مشینی ذبیح کا مسئلہ

اختصار و پیش کش:
محمد خالد مسعود

صنعتی دور میں روز مرہ کے مسائل کی نوعیت جس طرح بدل رہی ہے، اس کی ایک مثال مشینی ذبح کا مسئلہ ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے ہر شخص ہر کام نہیں کر سکتا اور پھر وہ چاہتا ہے کہ کام کم سے کم وقت میں ہو جائے نیز آبادی کی کثرت کی وجہ سے ہر چیز کی طلب میں بھی بے حد اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اداروں مثلاً فوج، جہازوں کے مسافروں اور شہری آبادیوں سے دور بڑے کیمپوں وغیرہ کے لئے اشیائے خوردنی کی ضرورت بہت بڑھ گئی ہے اور ان کے لئے دوسری اشیائے خوردنی کے ساتھ ساتھ گوشت کا بھی ذخیرہ کرنا ضروری ہے۔

اس مشکل کو مشین کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس سے جانوروں کو بڑے پیمانے پر ذبح کر کے ان کا گوشت محفوظ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسی مشینیں کام میں لائی گئیں کہ جانور کثیر تعداد میں ان کے نیچے لائے جاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں مشین کی چھریاں ان کی گردنوں پر آ پڑتی ہیں۔ اس سے بڑے پیمانے پر ذبح کرنے کا مسئلہ تو طے ہو گیا لیکن اس ضمن میں کئی مشکلات پیدا ہوئیں۔

۱۔ یورپ و امریکہ میں صرف لائسنس یافتہ قصاب ذبح کر سکتے ہیں، باقی کسی کو ذبح کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ احتیاط صحت عامہ اور صفائی کے لئے کی گئی، اس کی کوئی بھی وجہ ہو۔ بہرحال اپنے طور پر وہاں کوئی شخص ذبح نہیں کر سکتا۔

۲۔ یورپ و امریکہ کی اہل کتاب آبادی کی وجہ سے یہ مسئلہ "اہل کتاب کے طعام اور ذبح کی قرآنی اجازت" سے متصل ہو گیا۔

۳۔ آب و ہوا اور موسم کے تقاضوں کی وجہ سے وہاں گوشت کھانا نا گزیر ہے ۔

۴۔ گوشت کے بجائے دوسرے کھانوں کی تلاش کرنا پڑتی ہے ، جس میں جہاں ایک طرف اپنا زیادہ وقت اس کی تلاش میں صرف ہو جاتا ہے وہاں دوسری طرف اس سے میزبانوں کو پریشانی ہوتی ہے ۔

۵۔ کوشر (یہودی ذبیحہ) حلال سمجھا جاتا ہے ۔ لیکن یہودی قصاب مسلمانوں کی اس شرعی ضرورت اور مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ وہ گراں نرخ پر گوشت فروخت کرنے کے ساتھ ساتھ بدمعاملگی اور بد اخلاقی سے بھی پیش آتے ہیں ۔

غرض اس مسئلے پر تمام عالم اسلام کے علما غور کر رہے ہیں ۔ پاکستان میں بھی اس کے حل کی کوشش کی جا رہی ہیں ۔ ہم رسالہ '' بینات '' کے شکریے کے ساتھ اس میں مندرجہ ان مباحث کو '' فکر و نظر '' میں پیش کر رہے ہیں ۔ اس میں ہم مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی کا فتویٰ (بہ تلخیص) رسالہ بینات (جلد ۰ : عدد ۰) : مارچ (اغلباً اپریل) ۱۹۶۵ء سے پیش کر رہے ہیں ۔

الاستفتاء :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

۱۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ : '' احادیث میں جو طریق ذبح مذکور ہے ، یعنی حلق اور لبہ پرچھری ، چاقو وغیرہ دھار دار آلہ سے ذبح یا نحر کرنا '' امر تعبدی '' نہیں بلکہ امر عادی ہے ۔ عرب میں چونکہ اسی طرح جانور ذبح کئے جاتے تھے ، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چند ہدایات کے ساتھ اسی طریق کو قائم رکھا ۔ لہذا مسلمان یا کتابی ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہہ کر جس طریق پر بھی جانور ذبح کر لیں ، ذبیحہ حلال ہوگا '' یہ قول صحیح ہے یا نہیں ؟

۲- صنعتی ترقی کے اس مشینی دور میں انسان زیادہ سے زیادہ کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی بجائے مشینوں سے لے رہا ہے ۔ چنانچہ یورپ و امریکہ میں ایسی برقی مشینیں ایجاد ہو گئی ہیں کہ بہت سارے جانور اس کے نیچے کھڑے کر دئے جاتے ہیں ۔ اور ایک مرتبہ بٹن دبانے سے ان سب کی گردنیں کٹ جاتی ہیں ۔

اگر بٹن دبانے والا مسلمان یا کتابی بسم اللہ اللہ اکبر کہ کر بٹن دبائے تو یہ تسمیہ صحیح اور ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں ؟

جواب :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير و ما اهل لغير الله به و المنخنقة و الموقوذة والمتردية و النطيحة وما اكل السبع الاما ذكيتم ـ (القرآن)

قرآن کریم نے کسی جانور کا گوشت حلال ہونے کے لئے "ذکوۃ" کو ضروری قرار دیا ہے ۔ ذکوۃ قرآن کا اصطلاحی لفظ ہے ۔ چنانچہ آیت مذکورہ میں حرمت سے مستثنیٰ صرف وہ جانور ہیں جن کو ذکوۃ شرعی کے ذریعہ حلال کر لیا گیا ہے ۔

" ذکوۃ شرعی " کے بارے میں امام راغب اصفہانی نے فرمایا :

وحقيقة التذكية اخراج الحرارة الغريزية ، لكن خص في الشرع بابطال الحياة على وجه دون وجه ـ

مفردات کی اس تصریح سے دو باتیں معلوم ہوئیں : اول یہ کہ ذکوۃ مطلقاً جانور کو قتل کر دینے کا نام نہیں بلکہ اس کے لئے ایک خاص طریقہ مقرر ہے - دوسرے یہ کہ یہ خاص طریقہ عادات و رسوم نہیں بلکہ ایک شرعی اصطلاح اور قانون ہے -

قرآن و سنت نے ذکوۃ کی دو صورتیں قرار دی ہیں -

۱- اختیاری - جیسے گھریلو اور پالتو جانوروں کی ذکوۃ - اس میں ذکوۃ کے لئے ذبح یا نحر ضروری ہے -

۲- غیر اختیاری- شکار یا جو جانور قابو سے باہر ہوجائے- اس میں ذبح یا نحر شرط نہیں بلکہ بسم اللہ کے ساتھ تیر یا نیزہ وغیرہ سے زخم لگا کر زخمی کر دینا اور خون بہا دینا -

''ذبح ' کی حقیقت یہ ہے کہ دوجین (حلقوم اور مری دونوں کے دو طرف گردن کی رگیں) کو قطع کر دیا جائے (صحیح بخاری بروایت حضرت عطاءبن ابی رباح) نحر یہ ہے کہ جانور کو کھڑا کر کے اس کے لبہ یعنی حلقوم کے گڑھے میں نیزہ یا چھری مار کر خون بہا دیا جائے -

گائے ' بیل ، بکری ' دنبہ ' وغیرہ کے لئے ذبح ہے اور اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے -

۱- ذبح کا محل متعین کرنے کے لئے هدایہ میں ایک حدیث منقول ہے کہ ''الذکاۃ بین اللبۃ و اللحیین '' — ذبح دونوں جبڑوں کے نیچے گردن اور سینہ کے درمیانی گڑھے تک ہے - اس درمیان میں جس جگہ سے بھی کاٹ دیا جائے ' ذبح درست ہوگا - گلے کو بالکل اخیر تک کاٹ دینے کو نخع کہا جاتا ہے -

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے ' لیکن هدایہ میں ہے -

ومن بلغ بالسكين النخاع أو قطع الرأس كره له ذلك وتوكل ذبيحة وان ذبح الشاة من قفاها فبقيت حية حتى قطع العروق حل لتحقق الموت بما هو ذكاة

'' جس شخص نے ذبح کے وقت چھری کو نخاع تک یعنی گردن کی آخری هڈی تک پہنچایا ، تو یہ مکروہ ہے ۔ مگر ذبح حلال ہے ۔ اگر بکری کو گدی کی طرف سے ذبح کیا اور وہ عروق ذبح قطع ہونے تک زندہ رہی تو ذبیحہ حلال ہوگا (مگر ایسا کرنا مکروہ و ناجائز ہے) ۔

اس کے علاوہ درمختار ، شامی اور البدائع و الصنائع کی تصریحات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جانور کو گردن کے اوپر سے کاٹنا ذبح کے طریق مشروع کے خلاف اور ناجائز ہے اور گردن کو دھڑ سے علیحدہ کرنا الگ ایک مکروہ فعل ہے ۔ اگر گردن کے اوپر سے کاٹنے کی صورت میں آهستہ آهستہ کاٹا جائے ، جس سے عروق ذبح قطع ہونے سے پہلے موت واقع ہو جائے تو اس صورت میں ذبیحہ بھی حرام اور مردار ہو جاتا ہے ۔ البتہ اگر تیز چھری سے فوراً گردن الگ کر دی جائے تو طریق ذبح خلاف شرع ہونے کے گناہ کے باوجود اگر بسم اللہ پڑھ کر یہ عمل کیا گیا ہے تو ذبیحہ حلال قرار پائے گا ۔

بجلی کی مشینوں کے ذریعہ اوپر کی طرف سے چھری گردن پر رکھ کر گردن کاٹ دینے سے بظاہر یہ صورت تو نہ ہو گی کہ عروق ذبح قطع ہونے سے پہلے موت واقع ہو جائے کیونکہ یہ قطع بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ ہوگا ، اس لئے اگر مشین کی چھری گردن پر رکھنے والے نے بسم اللہ کہ کر چھری رکھی ہے تو گو غیر مشروع طریقے سے ذبح کرنے کا گناہ ہوا ، مگر گوشت حلال ہو گا ۔

۳۔ دوسرا مسئلہ یہ سامنے آتا ہے کہ بہت سے جانوروں کے لئے ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھ لینا سب کے حلال ہونے کے لئے کافی ہے یا صرف پہلے کے لئے اور باقی جانور مردار قرار پائیں گے ۔

نصوص اور اصول شرعیہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ تسمیہ اور ذبح دونوں متصل ہوں ۔ معمولی تقدیم وتاخیر سے جو عادةً ناگزیر ہے، زیادہ تقدیم سے جانور مردہ قرار پائے گا ۔

صاحب بدائع نے امام ابو یوسف رح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک بکری کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا اور اس پر بسم اللہ پڑھی اور پھر اس بکری کو چھوڑ کر دوسری بکری کو اسی سابقہ تسمیہ پر اکتفا کر کے ذبح کر دیا تو یہ بکری مردار ہے کیونکہ تسمیہ اور ذبح میں فصل ہو گیا ۔

روایات کی روشنی میں مشینی ذبح کے عمل میں صرف وہ جانور حلال سمجھے جائیں گے جن پر چھری یک وقت پڑے ۔ بشرطیکہ مشین کی چھری چلاتے وقت بسم اللہ پڑھ لی گئی ہے ۔

خلاصہ جواب

۱ ۔ استفتاء میں مذکورہ قول کہ مروجہ طریق ذبح ''امر تعبدی'' نہیں ، صحیح نہیں ۔ بہ نص قرآن ذکوۃ شرعی ضروری ہے ۔ ذکوۃ کے محل کا تعین حدیث صحیح سے امور عادیہ کے طور پر نہیں ، بلکہ تشریعی طریقہ پر کیا گیا ہے ۔

۲ ۔ جانور کی گردن اوپر کی طرف سے کاٹ کر علیحدہ کر دینا دستی چھری سے یا مشین کے ذریعہ — ذبح کے شرعی طریقہ کے خلاف اور باتفاق جمہور ناجائز اور گناہ ہے ۔ البتہ ایسے ذبیحہ کے گوشت کے حلال ہونے کی تفصیل یہ ہے اگر بٹن دبانے سے یک وقت چھری سب جانوروں کی گردنوں پر آ گئی اور بسم اللہ پڑھ کر بٹن دبایا گیا تو ایک تسمیہ اللہ سب کے لئے کافی ہوگی ۔

ورنہ اگر آگے پیچھے گردنیں کٹیں تو یہ بسم اللہ صرف پہلے جانور کے لئے کافی ہوگی ۔ باقی جانور باتفاق امت حرام اور مردار قرار پائیں گے ۔

گردن کے اوپر سے ذبح کئے گئے جانور جن پر بسم اللہ پڑھا

معتبر بھی ہے ان کے حلال ہونے میں فقہائے صحابہ و تابعین میں اختلاف ہے ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس سے ان کا حرام ہونا منقول ہے ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رض اس طریقہ ذبح کے ناجائز اور گناہ ہونے کے باوجود اس کے گوشت کو حلال قرار دیتے ہیں ۔

(صحیح بخاری ۔ کتاب الذبائح)

احتیاط یہ ہے کہ جہاں تک قدرت ہو مسلمان اس ذبیحہ سے بچیں اور اپنے ملکوں میں اس رواج کو بند کریں البتہ یورپ میں بسنے والے مسلمان جو اس پر قادر نہیں ان کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کی مکمل پابندی کے ساتھ اس گوشت کا استعمال کرنا جائز ہوگا ۔

۱ ۔ مشین کے ذریعہ ذبح کرنے والا آدمی مسلمان یا نصرانی یا یہودی ہو ۔

۲ ۔ مشین کی چھری جانوروں کی گردن تک پہنچانے کے وقت اس نے خالص اللہ کا نام بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا ہو ۔

۳ ۔ یہ چھری جتنے جانوروں کی گردن پر یک وقت پڑی ہے وہ جانور ممتاز اور الگ ہوں ۔ دوسرے جانور جن پر چھری بعد میں پڑی ہے اور وہ مردار ہیں ان کا گوشت پہلے جانوروں کے گوشت میں مخلوط نہ ہو گیا ہو ۔

مگر ظاہر ہے کہ ان شرائط کے پورے ہونے کا علم آسان نہیں اس لئے اجتناب ہی بہتر ہے ۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مفتی و شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان

موصوف نے مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ سے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے ۔ ان کے نزدیک مشینی ذبح ''فعل انسانی'' نہیں ۔ جب کہ یہ ذبح میں شرط ہے ۔

ذبح اضطراری (غیر اختیاری) میں رمی (تیر پھینکنا) اور ارسال (سدھے ہوئے شکاری جانور کو چھوڑنا) کی اجازت اسی لئے ہے کہ اس میں "انسانی فعل" شامل ہے اور یہ عمل ذبح کے قائم مقام ہے۔ مفتی صاحب موصوف کا فتویٰ ہم بینات (جولائی ۱۹۶۵) کے شکریہ کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔

بینات بابت ماہ ذیقعد ۱۳۸۵ھ میں "ذبح کا مسنون طریقہ" کے عنوان کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب صدر دار العلوم کراچی کا فتویٰ نظر سے گزرا۔ حضرت مفتی صاحب جیسی عظیم و معروف علمی شخصیت کے اس فتویٰ سے یورپ و امریکہ کے ممالک میں مروج طریق پر، جس کا اسلامی ذبح سے کوئی علاقہ نہیں۔ اسلامی ذبح کی مہر تصدیق ثبت ہوگئی اور پاکستانی "مستغربین" جو آج تک مشینی ذبح کے طریق کو ملک میں رائج کرنے سے اس لئے کتراتے رہے کہ علماء کرام ایسے ذبیحہ کی حلت اور عام استعمال میں رکاوٹ بنیں گے۔ آج آپ سے آپ ان کی مشکل آسان ہوگئی۔ اور جو صورت حال ان کے لئے سوہان روح بنی ہوئی تھی اور ہر قیمت پر وہ اس سے نمٹنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ آج ان کے راستہ کا وہ سنگ راہ ہٹا دیا گیا۔

پھر بینات جیسے دینی و علمی رسالہ نے اس کو شائع کر کے یہ تاثر دیا کہ جو رسالہ سال ڈیڑھ سال سے جدید پیش آمدہ مسائل کے سلسلہ میں نصوص قرآن و حدیث پر سختی سے جمے رہنے اور اسلامی سنت پر سختی سے کاربند رہنے اور ملحدین کی تحریفات و تجددات سے بچنے بچانے کے لئے زور و شور سے چلا رہا ہے وہ اتنی جلدی سے اس اہم اور عوامی اہمیت کے حامل مسئلہ میں اس فتویٰ کی اشاعت پر آمادہ ہو گیا تو لازمی طور پر مشینی ذبح کے جواز میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

میرے خیال میں جہاں تک مشینی ذبح اور برقی طاقت سے چلنے والی مشین کے ذریعے بٹن دبا کر حلق کاٹ دینے کے جواز اور اس کے نتیجہ میں گوشت کی حلت کا معاملہ ہے اس کا تو واضح طور پر اقرار کر لیا گیا ہے کہ جب کہ بٹن دبانے والا مسلمان یا کتابی ہو اور بٹن دبانے کے وقت اس نے تسمیہ پڑھ لیا ہو تو وہ ذبیحہ حلال ہوگا۔

اس ذبیحہ کے جائز اور گوشت کے حلال ہونے کے واضح فتویٰ کے بعد صرف یہ کہنا کہ یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے یا مکروہ ہے یا ظلم اور بیرحمی ہے یا ذابح (ذبح کرنے والے) کا یہ فعل برا ہے ، بالکل بے معنی ہے جب کہ آپ نے ذبیحہ کو جائز اور گوشت کو حلال کہہ دیا ۔

مہربان من ! میں سمجھتا ہوں کہ بٹن دبانے والا مسلمان بھی ہو اور بٹن دباتے وقت تسمیہ بھی پڑھے تب بھی مشین کے مروجہ ذبیحہ کو حلال نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ مردار ہی ہے ۔

آپ یہ دیکھیں کہ بٹن دبانے والے نے صرف یہی تو کیا ہے کہ برقی طاقت اور مشین کا جو کنکشن (تعلق - رابطہ ؟) کٹ چکا تھا اور ان دونوں کے درمیان جو مانع تھا اس کو دور کر دیا اور پھر سے کنکشن جوڑ دیا اور بس ۔ در اصل مشین کی چھری کو چلانے والی اور جانور کا گلا کاٹنے والی برقی لہر (کرنٹ) ہے نہ کہ ایک مسلمان کے ہاتھ کی قوت محرکہ اور یہ گلا کاٹنا برقی قوت اور مشین کا فعل ہے نہ کہ اس مسلمان کا ۔ ذبح اختیاری میں ذابح کا فعل (اپنے ہاتھ سے گلا کاٹنا) اور اس کی تحریک کا مؤثر ہونا شرط ہے ۔ یہاں تو بٹن دبانے والے کا فعل سوائے '' رفع مانع '' (رکاوٹ کو ہٹا دینے) کے اور کچھ نہیں ۔ '' رفع مانع '' (رکاوٹ دور کر دینے) سے اصل ذبح کی نسبت '' رافع '' (ہٹانے والے) کی طرف کس طرح ہو سکتی ہے ؟ اور اس کو ذبح کرنے والا کیسے کہا جا سکتا ہے ؟ اس کی مثال اس طرح سمجھیں ۔

(۱) ایک مجوسی چھری ہاتھ میں لے کر کسی جانور کو ذبح کرنا چاہتا تھا کہ کسی شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ذبح کرنے سے روک دیا اب ایک مسلمان شخص بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اس روکنے والے کا ہاتھ کھینچ لے اور مجوسی کا ہاتھ چھڑا دے اور وہ فوراً جانور کی گردن پر چھری پھیر دے تو کیا یہ ذبیحہ حلال ہو جائے گا ۔

دیکھیے اس مثال میں '' رفع مانع '' (رکاوٹ ہٹانے) کا فعل تو ایک مسلمان نے کیا ہے اور تسمیہ پڑھ کر کیا ہے اور وہ ذبح کا اہل بھی ہے

لیکن چونکہ اصل ذبح کرنے والا جس کی تحریک مؤثر ہے وہ مجوسی ہے اس لئے لازماً اصل محرک و مؤثر کو دیکھ کر ہی اس ذبیحہ کے حرام ہونے کا حکم لگایا گیا اور "رافع مانع" (رکاوٹ دور کرنے والے) کے فعل کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

(۲) اسی طرح اگر ایک تیز دھار دار آلہ مثلاً چھری اوپر کسی رسی سے بندھا ہوا لٹک رہا ہے اور اس کے نیچے بالکل سیدھ میں مرغی یا بکری کا بچہ یا کوئی جانور کھڑا ہے۔ اب اگر کوئی مسلمان تسمیہ پڑھ کر رسی کاٹ دے اور وہ آلہ اپنے طبعی ثقل سے نیچے گر کر اس جانور کا گلا کاٹ دے تو کیا یہ ذبیحہ حلال ہوگا؟ اور یہ فعل ذبح اس "رافع مانع" مسلمان کی طرف منسوب ہوگا اور اس کو جانور ذبح کرنے والا اور اس جانور کو مسلمان کا ذبیحہ کہا جائے گا؟

اگر ان دونوں مثالوں میں اس ذبیحہ کا حکم حلت کا نہیں ہے اور یہ ذبیحہ حلال نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے۔ تو مشینوں کے ذبیحہ پر حلت کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے اور ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ اگر اس حقیقت کو نظر انداز بھی کر دیا جائے اور ایک لمحہ کے لئے تسلیم کر لیا جائے کہ "بٹن دبانا ایک مؤثر اور اختیاری عمل" ہے تو بٹن دبانے والے کا فعل تو بٹن دباتے ہی ختم ہو جاتا ہے، مشین کے چلنے اور گلے کٹنے کے وقت تو اس کا فعل موجود نہیں ہوتا مشینیں چلتی رہتی ہیں اور گلے کٹتے رہتے ہیں، وہ تو گلے کٹنے سے پہلے ہی اپنے عمل سے فارغ ہو جاتا ہے۔

یہ صورت حال "ذبح اضطراری" (مجبوری کی ذبح) میں تو شرعاً گوارا ہے کہ تیر پھینکتے ہی رامی (پھینکنے والے) کا عمل ختم ہو جاتا ہے اور اصابت سہم (تیر لگنے) کے وقت بظاہر اس کا فعل باقی نہیں ہوتا مگر اس صورت میں شریعت نے صرف عذر اضطرار (مجبوری کے عذر) کی وجہ "اصابت سہم" کی

نسبت کو رامی (پھینکنے والے) کے ساتھ قائم کر دیا ہے (۱) - اور اس ذبح کرنے والا قرار دے دیا - در اصل اس کا فعل صرف رمی ہے (پھینکنا) ہے اور بس - حتی کہ اصابت سہم (تیر لگنے) کے وقت اس رامی کا اھل رھنا بھی ضروری نہیں - جب کہ رمی (پھینکنے) کے وقت وہ اھل تھا امام ابوبکر الکاسانی بدائع صنائع میں لکھتے ھیں -

ولو رمي او ارسل وهو مسلم ثم ارتد اوكان حلال فاحرم قبل الاصابة واخذ الصيد يحل واوكان مرتداً ثم اسلم وسمى لا يحل لان المعتبر وقت الرمى والارسال فتراعى الاهليه عند ذلك

(اگر تیر پھینکا یا سدھایا ھوا شکاری جانور چھوڑا ، اس حالت میں کہ وہ مسلمان تھا پھر فوراً تیر لگنے سے پہلے مرتد ھوگیا یا حلال تھا اور پھرفوراً احرام باندھ لیا اور شکار کو جا لیا تو وہ شکار حلال ھوگا- اور اگر تیر پھینکنے یاشکاری جانورچھوڑنےکے وقت مرتد تھا اور پھر مسلمان ھوگیا اور تسمیہ بھی پڑھ لیا تو وہ شکار حلال نہ ھوگا - اس لئے کہ اعتبار تیر پھینکنے یا جانور چھوڑنے کے وقت کا ہے اسی وقت اھلیت ذبح کو دیکھا جائے گا -

اسی طرح ھدایہ ج ۴ ص ۵۸۴ پر لکھا ہے -

ولان الكلب والبازى آلة والذبح لايحصل بمجرد الآلة الا بالاستعمال وذلك فيهما بالارسال فنزل منزلة الرمى وامرار السكين -

(۱) اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ تیر میں بذات خود شکار جا کر لگنے کی طاقت مطلق نہیں یہ طاقت تیر میں رامی نے پیدا کی ہے- مؤثر در حقیقت صرف ایک ھی ہے اور وہ رامی کی قوت - اس کے برعکس مشین میں مؤثر برقی طاقت ہے وھی مشین کی چھری کو چلاتی ہے - بٹن دبانے والے کی قوت اس میں مطلق مؤثر نہیں ہے لہذا مشین کا بٹن دبانے والے کے فعل کو رامي (تیر چلانے والے) کے فعل پر بھی قیاس نہیں کیا جاسکتا -

(اس لئے کہ سدھایا ہوا کتا اور باز آلہ کے حکم میں ہیں اور ذبح آلہ سے کام لئے بغیر نہیں پائی جاسکتی اور کتے اور باز کی صورت میں ان کا چھوڑنا ہی ان سے کام لینا ہے۔ یہ چھوڑنا تیر پھینکنے اور چھری چلانے کے قائم مقام ہے)۔

ذبح اضطراری اور ذبح اختیاری کا بنیادی فرق بھی ہے کہ اختیاری ذبح میں امرار سکین (چھری چلانا) ہی عمل "ذبح" ہے اور ذبح اضطراری میں رمی (تیر پھینکنا) اور ارسال (سدھے ہوئے شکاری جانور کو چھوڑنا) از روئے شرع عمل ذبح کے قائم مقام ہے۔

امام شافعی رہ بھی ذبح اختیاری میں "فعل انسانی" کو شرط قرار دیتے ہیں۔ کتاب الام ج ۲ ص ۱۹۸ پر فرماتے ہیں۔

والذکوة وجهان: وجه فيما قدر عليه الذبح والنحر وفيما لم يقدر عليه ما ناله الانسان بسلاح بيده او رميه بيده فهي عمل يده وما احل الله عزوجل من الجوارح المعلمات التي تأخذ بفعل الانسان كما يصيب السهم فاما الحفره فانها ليست واحد من ذاكان فيها سلاح، او لم يكن۔ ولو ان رجلا نصب سيفا او رمحا ثم اضطر صيدا فاصابه فزكاه لم يحل اكله لانها ذكوة بغير فعل احد۔

(ذبح شرعی) کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ جانور قابو میں ہو۔ اس صورت میں ذبح کرنا یا نحر کرنا ہے۔ اور جانور قابو میں نہ ہو تو اس صورت میں انسان اپنے ہاتھ سے ہتھیار کے ذریعہ قتل کر دے یا اپنے ہاتھ سے تیر پھینک کر یا ان سدھائے ہوئے جانوروں کے ذریعہ جو اللہ نے (شکار کے لئے) حلال کئے ہیں جو تیر کی طرح انسان کے فعل (چھوڑنے) سے کام کرتے ہیں شکار کرے۔ باقی گڑھا

کھود دینا، چاہے اس میں کوئی ہتھیار ہو یا له ہو وہ ان دنوں صورتوں میں سے ایک میں بھی نہیں آتا - اور اگر کسی آدمی نے کوئی تلوار یا نیزہ کسی جگہ گاڑ دیا اور پھر شکار کو اس طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا اور اس نیزے یا تلوار سے اس کا گلا کٹ گیا تو اس کا کھانا حلال نہ ہوگا ، اس لئے کہ وہ بغیر کسی انسان کے فعل کے ذبح ہوا ہے) - اس میں شک نہیں کہ برقی مشین سے جو جانوروں کے گلے کٹتے ہیں وہ یقیناً نہ انسان کا فعل ہے نہ اس کے ہاتھ کی قوت کو اس میں کوئی دخل ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی ادنی سے ادنی سمجھ رکھنے والا بھی اس کو انسان کا فعل نہیں کہہ سکتا - اسی لئے اس کو مشینی ذبیحہ کہتے ہیں۔

میں مفتی صاحب مدظلہ سے بادب درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس فتویٰ پر نظر ثانی فرما کر اس کی اصلاح فرمائیں - اور بینات اس کو جلد از جلد نمایاں طور پر شائع کرے -